© rasailojaraid.com

دادا جانؒ چھوٹوں اور بڑوں کے محبوب

حافظ عرفان الحق حقانی ابن مولانا اظہار الحق مدظلہ، متعلم دارالعلوم حقانیہ

عرفان الحق حقانی جو حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کے پوتے اور حاجی اظہار الحق کے فرزند ہیں اپنے چشم دید مشاہدات بیان کرتے ہیں۔

میں نے جب محلہ کے بزرگوں سے اور پڑوسیوں سے حضرتؒ کے ان کے ساتھ معاملات کے بارے میں دریافت کیا تو سب کا ایک ہی جواب تھا کہ حضرتؒ کا تعلق ہمارے ساتھ بھائیوں جیسا تھا جب بھی محلہ میں کوئی بیمار ہوتا تو حضرت خود اپنی علالت و مشاغل کے باوصف عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے ان کو وظیفہ بھی دیتے خود بھی کچھ پڑھ کر دم فرماتے۔ مریضوں کو تسلی دیتے اور اکثر آپ کے قدم میمنت سے بیماروں کو شفا بھی حاصل ہو جاتی تھی۔

تمام اہل محلہ راوی ہیں کہ جب حضرت کے برخوردار جناب پروفیسر محمود الحق کی شادی تھی تو اس کی تمام تر تقریبات اور انتظامات دارالعلوم میں تھے گھر کے چھوٹے بڑے سب دارالعلوم میں تھے مگر حضرتؒ خود گھر میں رہے وجہ یہ تھی کہ اس وقت حضرت کے گھر میں پانی کا انتظام تھا اور تمام اہل محلہ گھر سے پانی لے جاتے تھے۔ حضرتؒ خود گھر میں رہے تاکہ گھر کھلا رہے اور اہل محلہ کو پانی کی تکلیف نہ ہو۔

ہمارے حضرت بڑوں کی طرح چھوٹوں میں بھی محبوب تھے حضرت جب شام کی نماز پڑھ کر واپس اپنے گھر تشریف لاتے تو چھوٹے چھوٹے بچے جمع ہو کر حضرت کو آتے دیکھ کر آگے بڑھتے اور اونچی آواز سے ، داجی گل السلام علیکم کہتے حضرت سلام کا جواب بھی دیتے اور پیار بھی کرتے کبھی کبھی میٹھی گولیاں بچوں میں تقسیم فرماتے عید کے موقع پر تمام بچوں میں نقدی تقسیم کرتے۔

حضرت دادا جان تمام انسانوں کے ساتھ شفقت محبت اور خلوص کا معاملہ کرتے تھے وہ تو اپنی جگہ مسلم مگر حیوانوں سے بھی اس طریقے سے پیش آتے کہ وہ بھی آپؒ سے متاثر ہو جاتے تھے۔ اس کی جو مثال میں پیش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے خود دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک سفید بلی تھی جب حضرت مولانا صاحبؒ کھانا کھایا کرتے تھے تو آپؒ اپنے سامنے سے اٹھا کر اس بلی کے سامنے بھی ڈال دیتے اس طرح وہ بلی آپ سے بڑی مانوس ہو گئی تھی اور وہ اکثر آپ کے کمرے میں ہوتی تھی۔

آپؒ کی وفات کے بعد وہ بلی بڑے عرصے تک حضرت مولانا صاحبؒ کی چارپائی کے نیچے بڑی اداس بیٹھی رہتی اور نہ وہ کچھ کھاتی اور نہ کچھ پیتی تھی ہم نے بڑی کوشش کی لیکن وہ کچھ بھی نہ کھاتی اور نہ پیتی اور خاموشی سے اور اداس بیٹھی رہتی اور پھر کافی عرصہ بعد اچانک وہ بلی اس طرح گم ہو گئی کہ آج تک اس کا پتہ بھی نہ چل سکا۔

آج مجھے ہر موقعہ پر ان کی باتیں یاد آتی ہیں اور یاد آتی رہیں گی۔ کتنا مبارک تھا وہ وقت اور وہ مجلسیں کہ جب میں چاہتا دیکھ لیتا اور ہم سب ان کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔

؎ چمن کے تخت پر جس دن تہہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں تھی کچھ نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا تھا باغبان رو رو کر یہاں غنچہ یہاں گل تھا

جناب عنایت گل صاحب اکوڑوی راوی ہیں کہ ۱۹۷۶ء کی بات ہے کہ میری ایک گائے تھی وہ بہت ٹکریں مارا کرتی تھی ایک دن میرے بیٹے کو اور اس گائے کو ایک پاگل کتے نے کاٹ لیا اور گائے میں اور مستی آگئی اور قابو میں نہیں آتی تھی۔ میں بیٹے اور گائے کو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کے پاس لایا تو مولانا صاحب نے میرے بیٹے پر کچھ پڑھ کر دم کیا، اور پھر مجھ سے پوچھا کہ گائے کہاں ہے میں نے کہا کہ باہر باندھی ہوئی ہے مولانا صاحبؒ باہر گائے کے پاس تشریف لائے تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گائے جو ٹکریں مار رہی تھی جو قابو میں نہیں آتی تھی۔ جب حضرت مولانا صاحبؒ اس کے پاس گئے تو وہ بالکل شریفانہ انداز میں بیٹھ گئی حضرت مولانا صاحبؒ نے اس پر بھی دم پڑھا اس کے بعد وہ دونوں درست ہو گئے میرا بچہ صحیح ہو گیا اور گائے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئی۔

محلے کے ایک بزرگ اے این پی کے لیڈر رحیم بخش صاحب نے بتایا کہ جب میری عمر ۱۴ سال کی تھی تو اکوڑہ خٹک کے دریا کا پانی بہت چڑھ آیا تھا اور اس میں بہت سے گھر زیر آب آگئے تھے تو پھر حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ آئے اور آپؒ نے ایک پتھر پر کچھ لکھا اور پھر اسے دریا میں ڈال دیا تو ہم نے دیکھا کہ وہ دریا جو کئی روز سے برابر چڑھ رہا تھا، چند گھنٹے کے بعد اتر گیا اور اپنے معمول پر آگیا۔

© rasailojaraid.com